یادرفتگان　　　　مولانا قاری سعید الرحمان *

حضرت مولانا قاری عبید الرحمان صاحب رحمہ اللہ

میرے برادر اکبر اور بزرگ اور خانوادہ ''حضرت کاملپوریؒ'' کے روشن چراغ مولانا عبید الرحمان صاحب بروزِ بدھ ۱۸ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۲ جنوری ۲۰۰۳ء صبح سات بجے عالم فانی سے رحلت فرماگئے مولانا مرحوم برصغیر کے مشہور و معروف بزرگ شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ کے بڑے صاحبزادے تھے حضرت کاملپوریؒ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے' جن کو حضرت تھانویؒ نے بیعت سے قبل خلافت سے نوازا تھا' اور حضرت کاملپوریؒ کے بارے میں فرماتے کہ آپ کاملپوری نہیں ''کامل پورے'' ہیں۔

مولانا عبید الرحمان صاحبؒ کی ولادت بتاریخ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء بروز بدھ سہارنپور میں ہوئی۔

مظاہر علوم سہارنپور میں حافظ عبدالکریم مرزاپوریؒ سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ یہ ۱۹۴۵ء کا دور تھا' ۱۹۶۴ء میں آپ ہردوئی تشریف لے گئے۔ ہردوئی میں حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اشرف المدارس کے نام سے ابتدائی مدرسہ قائم فرمایا' حضرت شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ کا حضرت کاملپوری سے خاص تعلق تھا۔

مظاہر علوم ہی میں آپ نے تعلیم مکمل فرمائی۔ اس خصوصی تعلق کی بنیاد پر مولانا عبید الرحمان صاحبؒ اور راقم الحروف کو حضرت والد صاحب مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ نے ابتدائی تعلیم کے لئے ہردوئی بھیجا' ہردوئی کا یہ مدرسہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا اور غالباً اس مدرسہ کا آغاز بھی اسی سال ہوا تھا' حضرت شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ' کے خلوص اور آپ کے شان تربیت کی بنیاد پر اس ادارہ کی ایک خاص شان تھی' اکابر علماء کے صاحبزادگان اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے وابستہ حضرات کے متعلقین اکثر یہاں زیر تعلیم تھے' یہاں صرف تعلیم نہیں بلکہ تربیت پر خاص زور دیا جاتا۔ طلبہ کو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب اپنے ساتھ قریبی علاقوں میں تبلیغی دوروں پر لے جاتے' بلگرام مئو سیتاپور کانپور وغیرہ قصبات اور شہروں کے اسفار آج بھی یاد ہیں اور نصف صدی گزر جانے کے باوجود ان اسفار سے روحانی

---

* مہتمم جامعہ اسلامیہ روالپنڈی

تسکین کا لطف آج بھی محسوس ہو رہا ہے۔ ہمارے ساتھ حضرت تھانویؒ کی تالیفات کے طابع مولانا محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع کے لکھنو کے صاحبزادے مجتبیٰ حسن صاحب حال کراچی اور آج کل کراچی میں تبلیغی مرکز مکی مسجد کے امام وخطیب مولانا ظفر احمد صاحب بھی وہاں زیر تعلیم تھے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب آجکل حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کے آخری خلفاء میں سے ہیں احیاء سنت اور ردّ بدعت آپ کی زندگی کا خصوصی مشن ہے، خلاف سنت کوئی عمل آپ کے لئے نا قابل برداشت ہے اصلاحی پہلو ہر وقت غالب رہتا ہے، مدارس ومکاتب سے خاص لگاؤ ہے اگر کسی مدرسہ میں تشریف لے جائیں تو وہاں بظاہر معمولی باتوں کی طرف بھی خاص توجہ ہوتی ہے صفائی، نظم ونسق طلبہ کی تربیت، مہتمم واساتذہ میں حسن سلوک ان سب کی طرف ارباب مدرسہ کو متوجہ فرماتے ہیں، ہندوستان میں مکاتب کے قیام کی طرف آپ نے خصوصی التفات فرمایا اور ''دعوۃ الحق'' کے نام سے احیاء سنت کا سلسلہ پورے ملک میں جاری ہے، پاکستان، برطانیہ اور افریقہ میں بھی آپ سے متعلق حضرات آپ کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں۔

مقصد عرض کرنے کا یہ ہے کہ مرحوم مولانا عبید الرحمان صاحبؒ کی ابتدائی تربیت اس ماحول میں ہوئی اور اس کے اثرات پوری زندگی پر پڑنا قدرتی بات ہے۔

ایک سال ہردوئی میں قیام کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم کا مسئلہ پیش آیا۔ ۴۷ء شعبان کی تعطیل میں حضرت کاملپوریؒ حسب معمول سہارنپور سے اپنے آبائی گاؤں بہبودی ضلع اٹک تشریف لے آئے۔ رمضان میں عموماً آپ کا قیام یہاں رہتا۔ ۲۷ رمضان ۱۴ اگست ۴۷ء کو قیام پاکستان کا اعلان ہوا، جس کے نتیجہ میں ہندو مسلم اور سکھ مسلم فسادات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ جس کی وجہ سے پاکستان و ہندستان کے درمیان آمدورفت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور باوجود خواہش کے دوبارہ مظاہر علوم سہارنپور جانے کا موقع حاصل نہ ہوا۔

قیام پاکستان میں ایک مصلحت یہ معلوم ہوئی کہ یہ علاقے دینی علوم، مدارس ومکاتب کے قیام اور شریعت و سنت سے بالکل محروم تھے، پاکستان بننے کے بعد علماء نے یہاں مدارس قائم کئے اور جو علاقے بدعات رسوم ورواج کے منحوس سایوں کی گرفت میں تھے، وہاں توحید وسنت کی شمعیں روشن کیں۔

پاکستان بننے کے بعد ابتداء میں جو مدارس قائم ہوئے ان میں خیر المدارس ملتان کا نام بھی شامل ہے، جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے جالندھر سے ہجرت کر کے ملتان میں قائم فرمایا۔ حضرت کاملپوریؒ کی خواہش اپنے گاؤں میں قیام کی تھی، اور وہاں تدریس اور روحانی سلسلہ جاری رکھنے کا تھا۔ مگر مولانا خیر محمد صاحبؒ کی پرخلوص دعوت پر ملتان تشریف لے گئے، چنانچہ آپ کے ساتھ مولانا عبد الشکور صاحبؒ مولانا عبد الجلیل صاحب مدظلہ، بطور مدرس اور

صاحبزادگان میں راقم الحروف اور مولانا عبیدالرحمان صاحب ؒ بھی بطور طالب علم گئے اور وہاں تقریباً درجہ سادسہ تک تعلیم حاصل کی۔

۱۹۴۹ء میں جب شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب کے مشورہ سے ٹنڈو الٰہ یار حیدرآباد سندھ میں دارالعلوم الاسلامیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا گیا جس میں برصغیر کے مشاہیر اکابر علماء کرام کو جمع فرمایا گیا، جس میں حضرت کاملپوریؒ حضرت مولانا بدرعالم صاحبؒ مہاجر مدنی حضرت مولانا یوسف بنوری صاحبؒ حضرت مولانا اشفاق الرحمان صاحبؒ کاندھلوی، حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ حضرت قاری عبدالمالک صاحب، لکھنویؒ جیسے حضرات شامل تھے، ۱۹۵۱ء سے مولانا عبیدالرحمان صاحبؒ مرحوم نے بھی درجہ موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی کتب کی تعلیم وہاں حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے درجہ دورۂ حدیث میں امتحان دیا۔

۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا یوسف بنوریؒ نے کراچی میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ادارہ قائم فرمایا جو بعد میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے نام سے بین الاقوامی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ حضرت بنوریؒ نے ابتداء میں حضرت کاملپوریؒ کو خط لکھا کہ مرحوم مولانا عبیدالرحمان صاحبؒ کو مدرسہ کی خدمات کے لئے ان کے مدرسہ میں کراچی میں بھیج دیں۔ چنانچہ مرحوم نے چند سال تک بنوری ٹاؤن کے مدرسہ میں نظامت و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے یہ وقت اس ادارہ کا ابتدائی دور تھا، بقول حضرت بنوریؒ کے نہ عمارات تھیں، نہ انتظامات، بے سروسامانی کا دور تھا، حضرت بنوریؒ اس دور کا تذکرہ بہت بشاشت سے فرماتے۔ اور اس دور میں کام کرنے والے حضرات کے ایثار اور جذبہ خدمت کا اظہار بڑی بشاشت و تحسین سے فرماتے۔

تقریباً ۱۹۶۴ء تک مرحوم اپنے والد صاحبؒ کی خدمت کے لئے بہبودی میں مقیم رہے۔ اس دور میں علاقہ چھچھ کے بہت سے لوگ برطانیہ منتقل ہونا شروع ہو گئے، جنگ عظیم دوئم کے بعد یورپ خود اقتصادی بدحالی کا شکار تھا، برصغیر کے مسلمان جب برطانیہ پہونچنا شروع ہوئے، یہاں ان کو ایک نئی تہذیب سے واسطہ پڑا جو اپنے علاقہ کی تہذیب و تمدن سے یکسر مختلف تھا، محنت و مزدوری کرنے والے لوگ اپنے کام میں ایسے مشغول ہوتے کہ ان کو نہ نماز کی فکر نہ روزہ اور عید کی، تنگدستی کا یہ حال کہ ایک کمرہ میں کئی کئی افراد رہتے اور باری باری ایک چارپائی (Bed) پر سوتے۔ دین سے بے خبری کا یہ حال تھا کہ پورا رمضان گزر جاتا اور مسلمانوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ مقدس مہینہ گزر گیا، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جیسے اسلامی تہوار کا بھی پتہ نہ چلتا۔ موسمی حالات اور "اختلاف اللیل والنھار" کے دورانیہ میں اپنے ممالک سے واضح فرق کی بناء پر نمازوں کے اوقات کا پتہ تھا نہ عبادات خداوندی کا جذبہ، نماز باجماعت کا نہ انتظام نہ اس کی فکر، حرام و حلال کی تمیز نہ تھی، حلال گوشت ناپید تھا محتاط لوگ سبزی انڈوں پر گزارا کرتے، بے احتیاط لوگ عربوں

کے مقولہ ''کل حلال'' کے بناء پر کتابی کا ذبیحہ حلال سمجھتے ہوئے جھٹکے اور مشینی ذبیحہ کے استعمال میں کوئی باک محسوس نہ کرتے۔ اکثر مسلمان مجرد تھے اور ان کے بچے اپنے وطن میں ہوتے' جن کے بچے برطانیہ میں ہوتے ان کو اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم کی نہ فکر تھی نہ اس کا انتظام۔

بس روز و شب مزدوری' ملازمت اور پونڈ کمانے کی فکر تھی۔ ان حالات میں ایسے ملکوں میں دین حق پر قائم رہنا اور دوسروں کو دین حق کی دعوت دینا ایسا مشکل تھا کہ حدیث کا مطابق۔ یاتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والے کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی شخص آگ کے انگاروں سے مٹھی بھر لے۔

صورتحال ایسی نازک تھی کہ لوگ وہاں اپنے ملک کا لباس پہنتے تو ان کو طعنے دیئے جاتے' احساس کمتری میں ابتلاء کا ایسا دور تھا کہ انگریزی لباس پہننا قابل فخر سمجھا جاتا' ایسے دور ابتلاء میں ۱۹۶۵ء کے دوران مرحوم عازمِ برطانیہ ہوئے اور انگلینڈ کے مشہور شہر شفیلڈ میں قیام کیا' اپنے گاؤں' علاقہ اور آزاد کشمیر کے لوگوں کا اندازہ لگایا کہ وہ کسی غلط رخ پر گامزن ہیں' وہاں مساجد و مدارس کا آغاز کیا خود بچوں کو تعلیم دیتے' نماز سکھلاتے اور ایک نئی نسل کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتے آپ کے مساعی۔ سے وہاں کی کونسل اور حکومت سے بات کر کے ''اسلامی ذبیحے'' کا انتظام کیا' برطانیہ میں اسلامی ذبیحے کے انتظام میں مرحوم کے مساعی سب سے اہم ہیں۔

شفیلڈ اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں ایسے لوگ بکثرت آباد تھے جن کی زندگیوں میں شرک' بدعات اور رسوم بہت زیادہ تھیں' کسی صحیح عقیدہ کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے' مولانا مرحوم نے بڑی حکمت و دانائی سے ان لوگوں کو ان غلط راستوں سے ہٹا کر صحیح راستہ کی رہنمائی فرمائی۔ ان لوگوں کے بڑے' بوڑھے' جوان اور بچے مولاناؒ کی ان خدمات کا برملا معترف اور اب بھی ہیں۔

حضرتؒ کی وفات پر برطانیہ سے سب سے پہلے فون پر ایک صاحب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا کہ ہم حضرت کے احسان اتارنے کے قابل نہیں ہیں کہ ہمیں راہ راست مولاناؒ نے دکھایا' مولانا نے شفیلڈ میں پہلے مختلف مساجد میں دینی خدمات انجام دیں' اور وہاں کے لوگوں کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی' پھر ''مکی مسجد'' کے نام سے ایک ادارہ کا آغاز کیا' شفیلڈ کے مساجد میں تراویح میں قرآن سنانے کا شوق و ذوق مولاناؒ کی محنت سے ہوا' بسا اوقات مختلف مساجد میں تین' تین راتوں میں قرآن سناتے' مولاناؒ کو قرآن مجید پختہ یاد تھا۔

آپ نے والدین کو حفظ قرآن کی ترغیب دلائی' جس کے نتیجے میں برطانیہ کے اس وقت کے ماحول میں بہت سے بچوں نے قرآن مجید حفظ کیا جو بعد میں بڑے عالم بنے۔

ڈیوزبری جہاں برطانیہ میں تبلیغی مرکز قائم ہے' شفیلڈ سے کچھ فاصلہ پر ہے وہاں کے بزرگوں سے مولاناؒ کا گہرا تعلق تھا' وہاں ایک معیاری درسگاہ دارالعلوم بھی قائم ہے' مولانا عرصہ دراز تک اونچے درجہ کی کتب جن میں دورۂ حدیث کے اسباق بھی شامل تھے' درس دیتے رہے' بعد میں مولانا محمد کمال صاحب مرحوم نے بھی اپنے مدرسہ میں تدریس کے لئے اصرار کیا اور میری موجودگی میں مولانا محمد کمال صاحبؒ نے مجھے بھی اس سلسلہ میں سفارش کا کہا' مگر مولانا مرحوم بیماری اور دیگر اعذار کی وجہ سے تیار نہ ہوئے' اپنے گھر میں خاص خاص طلبہ واحباب کو درس دینے کا سلسلہ آخر تک قائم رہا' مولانا مرحوم نے برطانیہ میں قیام کے دوران علماء کی اجتماعیت کی طرف خاص توجہ دی' وہاں کے مسلمانوں کے مسائل پر آپ کی گہری نگاہ تھی' ہمیشہ علماء سے رابطہ رکھتے' اکثر میٹنگیں آپ کے گھر پر ہوتیں' عید اور رمضان کے چاند کا مسئلہ ہو یا حلال گوشت کا قضیہ یا وہاں کے مسلمانوں کے عائلی وخاندانی مسائل ہوں یا نکاح وطلاق کے مسائل' مولاناؒ نے ہمیشہ مشورہ کر کے وہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی کی' ضرورت پڑنے پر ہندو پاکستان کے اکابر علماء کی طرف رجوع فرماتے۔

جمعیت علماء برطانیہ جو انگلینڈ میں علماء کا ایک موثر فورم ہے اس کی تشکیل اور مقاصد کی تکمیل مولاناؒ کا کردار بڑا واضح اور اہم تھا' آپ ہمیشہ جمعیت کی سرپرستی فرماتے رہے' آپ کی وجہ سے علماء میں یکجہتی اور باہمی یگانگت کی فضاء قائم رہی۔ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ کی گرانقدر خدمات علماء اور عوام کے لئے مشعل راہ تھیں' چونکہ اس مسئلہ سے وہاں کے مسلمان عوام کو ایک خاص دلچسپی ہے۔

سالانہ کانفرنس جو عرصہ سے برمنگھم میں منعقد ہوتی ہے' اس کے لئے آپ خصوصی اہتمام فرماتے' باہر سے آنے والے اکابر جن میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ' حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ' حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب' مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب' مفتی نظام الدین شامزئی' حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ' مفتی مولانا محمد جمیل خان صاحب مدظلہ' مولانا اللہ وسایا صاحب شامل ہوتے' ان کے ساتھ مختلف شہروں کا دورہ فرماتے اور لوگوں کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیتے آخری دور میں آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بھی رہے۔

آپ کا گھر علماء کا مہمان خانہ تھا' باہر سے جو علماء اور مہمان آتے مولانا بڑی وسعت قلبی اور فراخدلانہ طریقہ سے ان کی مہمان نوازی فرماتے۔

اپنے علاقہ کے بہت سے غرباء اور حاجت مندوں سے تعاون فرماتے' اگر کوئی اپنی ضرورت کی اطلاع خط سے دیتا تو اس کو محروم نہ کرتے۔

آپ نام ونمود اور ریاکاری سے سخت متنفر تھے' آج کل معمولی دینی خدمات کو اجاگر کیا جاتا ہے' مگر آپ اپنی خاموش دینی خدمات کا نہ اظہار فرماتے اور نہ اس سے خوش ہوتے' مدارس کی خدمت آپ کی زندگی کا اہم مشن تھا' بہت سے مدارس سے تعاون فرماتے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ کے یادگار ادارہ ''جامعہ رحمانیہ بہبودی'' کی خصوصی سرپرستی فرماتے۔ اور احباب کو بھی مدارس سے تعاون کا مشورہ دیتے' پاکستانی مدارس کے مہتمم حضرات برطانیہ آتے تو مولاناؒ بھرپور تعاون فرماتے۔

آپ کا ابتدائی اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ (خانیوال) سے تھا اور انہی سے آپ کو خلافت حاصل تھی' بعد میں اپنے استاد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق تھا' اکابر میں حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے بھی خصوصی تعلق تھا' آپ نے دورۂ تفسیر حضرت درخواستیؒ سے پڑھا' راقم الحروف کی جب بھی حضرت درخواستیؒ کے یہاں حاضری ہوتی تو مولانا مرحوم کا خصوصی طور پر حال پوچھتے' محبت کا اظہار فرماتے' اکوڑہ خٹک جامعہ اسلامیہ میں جب حضرت درخواستیؒ کی سالانہ اجلاس میں شرکت کی تحریک شروع ہوئی تو مولانا مرحوم ہی کو دعوت کے لئے بھیجا گیا' اور پہلی مرتبہ حضرت درخواستیؒ اس علاقہ میں تشریف لائے۔

برطانیہ میں علماء کرام خصوصاً مولانا محمد یوسف متالا صاحب' مولانا عبدالرشید ربانی صاحب' مولانا مفتی محمد اسلم صاحب' مولانا محمد اسلم زاہد صاحب' مولانا حافظ محمد اکرم صاحب' مولانا محمد سلیم صاحب' مولانا حافظ محمد نگین صاحب' مولانا حافظ محمد بشیر صاحب' مولانا محمد خورشید صاحب' مولانا امداد اللہ صاحب' وغیرہ علماء کا مولانا مرحوم پر بھرپور اعتماد تھا' یہ حضرات ہمیشہ مولاناؒ سے مشورہ فرماتے آپ ہمیشہ علماء میں اختلافات سے کنارہ کش رہتے' کوشش ہوتی کہ اپنے علماء کے ساتھ ربط اور باہمی احترام کا تعلق قائم رہے' طبیعت میں متانت' وقار' سنجیدگی' تواضع اور حلم جیسی صفات تھیں' درویشی اور منکسر المزاجی ہر ایک محسوس کرتا تبلیغ سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا' جمعرات کو عموماً اپنے احباب کے ہمراہ ڈیوزبری ''مرکز تبلیغ'' میں تشریف لے جاتے' وہاں کے اکابر سے خصوصی تعلق تھا۔ مرکز کے حضرات بھی احترام میں کوئی کمی نہ کرتے۔

آپ کے مخطوطات میں دیگر مسودات کے علاوہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ رئیس التبلیغ کے مکاتیب و ملفوظات پر مشتمل ایک رسالہ بھی ہے (جو انشاء اللہ شائع کیا جائے گا)

برطانیہ کے علماء وعوام کو حضرت کی وفات سے جتنا دکھ ہوا وہ ان خطوط اور ٹیلیفون' تعزیتی پیغامات سے ظاہر ہے' جو مسلسل ابھی تک آ رہے ہیں۔

برطانیہ کے مشہور عالم مولانا عبدالرشید صاحب خطیب سوینڈن نے تعزیتی خط میں لکھا ''مولانا عبید الرحمان صاحب'' کے انتقال سے ایسا محسوس ہوا کہ بس اب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے' حضرت مرحوم کا وجود مسعود یہاں

برطانیہ میں ہمارے لئے ایک شجر سایہ دار تھا۔

راہبر جاتے رہے تو کیسے طے ہوگا سفر
کاروان کے واسطے ہیں فکر مند اہل نظر

برطانیہ میں مرحوم کی خدمات پر اپنوں کے علاوہ بیگانوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ وفات پر تعزیتی بیان جاری کئے ہیں' الحمدللہ روزنامہ جنگ لندن میں تقریباً دس روز تک مختلف احباب حضرت مرحوم کے متعلق اپنے اپنے جذبات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

شفیلڈ' برمنگھم' راچڈیل وغیرہ شہروں میں تو بڑے بڑے تعزیتی جلسے منعقد ہوئے' یہ سب حضرت مرحوم کی عندالناس مقبولیت کی واضح دلیل ہے'' ملک کے مشہور بزرگ خطیب مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے تعزیت کے موقع پر فرمایا کہ حضرت مرحوم ایسے بزرگ تھے جو خلوت میں جلوت کے مزے لوٹنے والوں میں تھے' درحقیقت ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔

مولانا مرحوم کی اپنے وطن آمد جاری رہتی اور کچھ عرصہ قیام کے بعد برطانیہ چلے جاتے گزشتہ چند سالوں میں بار بار آمد رہی' اس سال رمضان مبارک سے چند دن قبل پاکستان تشریف لائے' آپ کو گردوں کا عارضہ تھا' اور برطانیہ کے ڈاکٹروں کے مطابق گردے صرف ۱۵ فیصد کام کر رہے تھے' انہوں نے ڈائیلاسز کا مشورہ دیا تھا' اور تاریخ بھی مقرر تھی مگر مولانا مرحوم ذہنی طور پر ڈائیلاسز کے لئے تیار نہ تھے۔ راولپنڈی میں مشہور ہیومیو پیتھک ڈاکٹر محمد ریاض صاحب کا علاج ہوتا رہا۔ جس میں کافی حد تک افاقہ تھا' بیماریاں تو بہانے ہیں۔ موت کا وقت مقرر ہے' مولانا مرحوم بیماری میں دوبارہ جانے کے لئے تیار نہ تھے نہ کسی ہسپتال میں داخلہ پر راضی۔ وفات سے ایک دن قبل ہسپتال میں داخلہ پر اصرار کیا گیا مگر وقت موعود آچکا تھا۔

۱۸ ذی قعدہ ۱۴۲۳ء مطابق ۲۲ جنوری ۲۰۰۳ء صبح تقریباً سات بجے بعد نماز فجر انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ اہل حق کی شناخت ان کے جنازے ہوتے ہیں اسلئے مرحوم کا جنازہ صرف اجتماع کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ علماء' صلحاء اور طلباء سیاسی اور سماجی شخصیات کی شرکت سے ایک مثالی جنازہ تھا۔

علاقہ کے علماء کی کثیر تعداد کے علاوہ ملک کی اہم شخصیات' مولانا فضل الرحمان صاحب' مولانا سمیع الحق صاحب' مولانا قاضی عبداللطیف صاحب وغیرہ اکابر نے شرکت کی' اور ملک کے مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ کی مرقد سے متصل تدفین عمل میں آئی۔